کرامات

از

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

ترجمہ

ملیح آبادی

مطبوعہ ہند پریس نمبر ۲۸-۱ اے جسٹرنجن الونیو کلکتہ

دیباچہ

(از مترجم)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا یہ مختصر رسالہ "کرامات" کے نام سے شایع کیا جاتا ہے، تاکہ اس بارے میں جو غلط فہمیاں اور گمراہیاں عام ہو چکی ہیں، دور ہو جائیں۔

یہ مبحث بہت دقیق اور روحانیات سے متعلق ہے، اس لیے رسالہ کے مطالب ذہن نشین کرنے کے لیے زیادہ غور و فکر سے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ترجمہ زیادہ سے زیادہ عام فہم ہو، اور مطالب کو زیادہ سے زیادہ واضح پیرایہ میں پیش کیا جائے لیکن چونکہ موضوع بحث بذات خود دقیق اور اصحاب کشف و کرامات کے قلبی احوال سے تعلق رکھتا ہے، اس لیے باوجود میری سخت محنت کے قارئین کو بھی محنت و توجہ سے کام لینا پڑے گا۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ یہ مختصر رسالہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔

ملیح آبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین حمداً کثیراً، والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا۔

لغت میں ہر خارقِ عادت بات کو (یعنی اُس عجیب بات کو جو عام قوانین قدرت کے خلاف معلوم ہو) معجزہ کہتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل وغیرہ ائمہ متقدمین کی بول چال میں بھی یہ لفظ اپنے لغوی معنی ہی میں مستعمل ہوتا تھا۔ اور اسی کو اصطلاح میں "آیت" اور "آیات" کہتے تھے۔

لیکن بہت سے متاخرین نے اس میں تفریق کر دی ہے۔ پیغمبروں کے خارق عادت کو یہ لوگ، معجزہ کہتے ہیں، اور ولیوں کے خارقِ عادت کو کرامت، اگرچہ حقیقت میں دونوں کے اس طرح کے فعل، خارق عادت ہی ہوتے ہیں۔

صفاتِ کمال کی بنیاد، تین اصول پر ہے:۔

علم۔ قدرت۔ اور استغناء۔

اور اگر چاہو تو صرف دو ہی اصول، علم و قدرت ہی کہو، کیونکہ کسی

فعل کی قدرت رکھنا، اثر پیدا کرنا یا مؤثر ہونا ہے، اور اس سے باز رہنے کی قدرت، استغناء ہے۔ لیکن پہلا درجہ دوسرے درجہ سے افضل ہے۔

یہ تینوں باتیں بدرجۂ اتم صرف اللہ واحد ہی کے لیے سزاوار ہیں، کیونکہ وہی ہر چیز کا عالم ہے۔ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہر چیز اور ہر وجود سے مستغنی ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ اِن تینوں باتوں کے دعوے سے اپنی برأت کا صاف اعلان کر دیں۔

چنانچہ فرمایا:

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک، ان اتبع الا ما یوحی الی۔	اے پیغمبر! کہہ دیجیے کہ میں تم لوگوں سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے موجود ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں علم غیب رکھتا ہوں، اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو اُسی بات کی پیروی کرتا ہوں جس کی مجھے خدا کی طرف سے وحی کر دی جاتی ہے۔

اِسی طرح نوح علیہ السلام کو حکم دیا ہے جو پہلے اولوالعزم نبی اور خدا کے اولین پیغمبر ہیں۔ چنانچہ فرمایا:-

ولا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول انی	میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں

ولا اقول للذین تزدری اعینکم لن یؤتیھم اللہ خیرا، اللہ اعلم بما فی انفسھم، انی اذن لمن الظالمین۔	کہ علم غیب رکھتا ہوں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، اور نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ جو لوگ تمہاری نگاہوں میں حقیر معلوم ہوتے ہیں، اللہ انہیں بھلائی نہیں بخشے گا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اِن لوگوں کے دلوں میں کیا ہے۔ اگر میں بھی اِن لوگوں کو حقیر سمجھوں تو یقیناً میں ظالم ہوں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُسی طرح آخری رسول، خاتم النبیین اور اولوالعزم پیغمبر ہیں، جس طرح حضرت نوح علیہ السلام اولین رسول اور اولوالعزم پیغمبر تھے، اور دونوں نے اپنی اپنی جگہ اِس دعوے سے بری ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔

اور یہ براءت اِس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنکر، آپ سے کبھی علم غیب کا مطالبہ کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا:-

ویقولون متیٰ ھذا الوعد ان کنتم صادقین، قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الا ماشاء اللہ، لکل امۃ اجل، اذا جاء اجلھم فلا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون	مُنکر کہتے ہیں، آخر یہ عذاب نازل ہونے کا وعدہ کب پورا ہوگا تاکہ ہم جانیں تم کہاں تک سچے ہو، اے پیغمبر، آپ اِن سے کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات کیلئے بھی نہ نفع کی قدرت رکھتا

ہوں نہ نقصان کی، بجز اُس کے جو خدا
کو منظور ہو۔ لیکن ہے یہ کہ ہر قوم کے لیے
ایک وقت مقرر ہے، اور جب وہ وقت
آجاتا ہے تو پھر اُس سے نہ وہ کچھ بھی
آگے جا سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے

اور فرمایا:

یسئلونک عن الساعۃ ایان
مرساھا؟ قل انما علمھا عند ربی،
لا یجلیھا لوقتھا الا ھو، ثقلت فی
السموات والارض، لا تاتیکم الا بغتۃ
یسئلونک کانک حفی عنھا، قل انما
علمھا عند اللہ ولکن اکثر الناس
لا یعلمون۔ قل لا املک لنفسی نفعا
ولا ضرا الا ماشاء اللہ، ولو کنت
اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر و
ما مسنی السوء، ان انا الا نذیر و
بشیر لقوم یؤمنون۔

اے پیغمبر! آپ سے منکر سوال کرتے ہیں کہ
قیامت کب آئے گی؟ آپ کہہ دیجئے کہ قیامت
کا علم میرے پروردگار ہی کو ہے۔ وہی اُس
اُس کے وقت پر کھول دکھائے گا۔ وہ
آسمان و زمین میں بھاری ہے اور دفعتہً
ہی تم پر آدھمکے گی۔ آپ سے پوچھتے ہیں
گویا آپ اُس سے باخبر ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ
اُس کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، لیکن
اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ کہہ دیجئے کہ میں خود
اپنے ذاتی نفع نقصان کی بھی قدرت
نہیں رکھتا، مگر جتنی خدا کی مشیت
سے ہو۔ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت

سے فائدے حاصل کر لیتا اور مجھے نقصان نہ پہنچتا۔ میں تو ایمان لانے والوں کو ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔

اور کبھی کائنات میں مؤثر ہونے کا مطالبہ کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے:

وقالوا لن نؤمن لك حتى تفجر لنا من الأرض ينبوعا أو تكون لك جنة من نخيل وعنب فتفجر الأنهار خلالها تفجيرا۔ أو تسقط السماء كما زعمت علينا كسفا أو تأتي بالله والملائكة قبيلا۔ أو يكون لك بيت من زخرف أو ترقى في السماء، ولن نؤمن لرقيك حتى تنزل علينا كتابا نقرؤه، قل سبحان ربي هل كنت إلا بشرا رسولا۔

اور منکروں نے کہا ہم تم پر اُس وقت تک ایمان نہیں لائینگے جب تک تم ہمارے لیے زمین سے ایک چشمہ نہ نکال دو، یا خود تمہارے اپنے لیے کھجور اور انگور کا ایک باغ نہ ہو جائے جس میں تم نہریں جاری کر دو، یا جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دو، یا اللہ کو اور فرشتوں کو لا حاضر کرو۔ یا تمہارے لیے سونے کا گھر بن جائے، یا تم آسمان میں چڑھ جاؤ، لیکن ہم تمہارے اس چڑھ جانے کا اُس وقت تک یقین نہ کریں گے جب تک آسمان سے ہم پر ایک تحریر نہ اُتار دو جسے ہم پڑھ لیں، اے پیغمبر، آپ کہہ دیجیے کہ سبحان اللہ میں کون ہوں بجز اس کے کہ آدمی ہوں اور پیام بر!

اور کبھی آپ پر بشر اور محتاج و بے بس ہونے کا عیب دھرتے تھے، جیسا کہ فرمایا:

وقالوا ما لھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا انزل الیہ ملک فیکون معہ نذیرا او یلقی الیہ کنز او تکون لہ جنۃ یاکل منھا، وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا۔

منکر کہتے ہیں یہ رسول کیسا ہے کہ کھانا کھاتا اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ کیوں نہیں ایک فرشتہ بھی اتار دیا جاتا ہے جو اس کے ساتھ ہو کر ڈرائے، یا اُس پر ایک خزانہ اتار دیا جائے، یا اس کے لیے ایک باغ ہو جائے جس سے یہ کھائے پیے! ظالم کہتے ہیں کہ تم ایک ایسے آدمی کے پیچھے چل رہے ہو جس پر جادو ہو چکا ہے۔

بنابریں خدا نے آپ کو حکم دیا کہ سب لوگوں سے صاف صاف کہہ دیں کہ مجھے نہ علم غیب حاصل ہے، نہ میں اللہ کے خزانوں کا مالک ہوں، نہ فرشتہ ہی ہوں، جسے کھانے پینے کی محتاجی اور روپیہ پیسہ کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ میں تو صرف اُسی بات کی پیروی کرتا ہوں جس کی مجھے خدا کی طرف سے وحی کر دی جاتی ہے، کیونکہ ظاہر و باطن میں، علم و عمل میں وحی کی پیروی ہی دین ہے۔ طاعت الٰہی ہے۔ عبادت الٰہی ہے۔ لیکن ہاں، مجھے ان تین باتوں میں سے صرف اُتنا حصہ ضرور حاصل ہے جتنا خدا نے اپنے فضل و کرم سے عطا کر دیا ہے۔ لہٰذا میں وہی جانتا ہوں جو خدا نے مجھے بتا دیا ہے۔ اُسی پر قادر ہوں

جس کی قدرت خدا نے مجھے بخش دی ہے۔ اُسی سے مستغنی ہوں جس سے خدا نے مجھے مستغنی کر دیا ہے۔

علم کے معاملہ میں خوارقِ عادت یا کرامات کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بندہ کبھی ایسی باتیں سن لیتا ہے جو دوسرے نہیں سنتے۔ کبھی ایسی باتیں دیکھ لیتا ہے، سوتے میں یا جاگتے میں، جو دوسرے نہیں دیکھتے۔ کبھی ایسی باتیں جان لیتا ہے جو دوسرے نہیں جانتے۔

یہ علم، کبھی وحی والہام کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ کبھی علم ضروری کا القاء ہو جاتا ہے، کبھی سچی فراست کا ملکہ بخش دیا جاتا ہے۔ یہ تمام صورتیں کشف، مشاہدہ، مکاشفہ، مخاطبہ کے ناموں سے موسوم کی جاتی ہیں، چنانچہ سماع (سننے) کو مخاطبہ کہا جاتا ہے۔ رؤیت (دیکھنے) کو مشاہدہ کا نام دیا جاتا ہے، ذہنی علم کا نام، مکاشفہ ہے۔ کبھی ان تمام صورتوں کو صرف کشف یا مکاشفہ ہی کے لفظ سے موسوم کر دیتے ہیں، اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ تمام باتیں، صاحب کشف پر کھول دی گئی ہیں۔

قدرت کے باب میں خارقِ عادت کا نام، موثر ہونا یا تاثیر پیدا کرنا ہے یہ خارقِ عادت، کبھی ہمت، صدق، اور مستجاب الدعوت ہونے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، اور کبھی وہ سراسر اللہ ہی کا فعل ہوتا ہے جس میں بندے کو کوئی دخل نہیں ہوتا، مثلاً یہ کہ اُس کا دشمن، خود اُس کی کسی تدبیر کے بغیر خود بخود ہلاک ہو جائے، جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

"جس نے میرے کسی دوست سے بَیر باندھا تو اُس نے خود مجھے دعوتِ جنگ دیدی۔ میں اپنے دوستوں کی طرف سے غضبناک شیر کی طرح انتقام لیتا ہوں!"

یا مثلاً لوگوں کے دل ایسے شخص کے لیے مسخر کر دیے جائیں، یا اُس کی محبت، دلوں میں ڈال دی جائے وغیرہ وغیرہ امور۔

اسی طرح علم وکشف کے باب میں یہ ہوتا ہے کہ کبھی اس شخص کی کوئی خاص روحانی حالت، دوسرے لوگوں پر کشف کر دی جاتی ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "مُبَشِّرات" کے بارے میں فرمایا "وہ اچھے خواب ہیں جنہیں نیک آدمی، خود دیکھتا یا دوسرے لوگ اُس کے حق میں دیکھتے ہیں" اور جیساکہ فرمایا "تم زمین میں اللہ کے شہداء ہو"

کشف وتاثیر میں سے ہر ایک کبھی خود بندے کے ارادہ وفعل کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور کبھی اُس کے ساتھ قائم نہیں ہوتا، بلکہ اللہ اُس کا حال اپنی قدرت سے کھول دیتا ہے اور بغیر کسی شان وگمان کے اُس کا کام بنا دیتا ہے، جیساکہ یوسف بن اسباط نے کہا "جو بندہ بھی اللہ کے ساتھ سچا ہو جاتا ہے، تو اللہ اُس کے کام بنا دیتا ہے" اور جیساکہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا "اگر صدق کو زخم پر رکھدیں تو اُسے بھی اچھا کر دے!"

ہمارے نبی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جملہ قسم کے معجزات وخوارق جمع کر دیے گیے تھے، جن کی تفصیل کتبِ حدیث وسیرت وتفسیر وغیرہ میں موجود ہے۔

فصل

خارق عادت یا کرامت، کشف کی قسم سے ہو یا تاثیر کی قسم سے، اگر اُس سے دین میں کوئی فائدہ حاصل ہو، تو وہ واجب یا مستحب اعمال صالحہ میں شمار کیا جائے گا۔ اگر اُس سے کوئی مباح نتیجہ نکلے تو اللہ کی دنیاوی نعمتوں میں سے شمار کیا جائے گا، جس پر بندے کو شکر ادا کرنا چاہیے۔ لیکن اگر اُس میں کوئی ممنوع پہلو موجود ہے، عام اِس سے کہ تحریمی ہو یا تنزیہی، تو عذاب یا بغض الٰہی کا سبب بن جائے گا، لیکن کبھی ایسا شخص معذور قرار پائے گا، کسی اجتہاد یا تقلید کے سبب، نقص علم و کوتاہی عقل کے باعث، غلبۂ حال یا عجز یا ضرورت کی وجہ سے۔

ممانعت کبھی خود خارق عادت فعل کے سبب سے ہوتی ہے اور کبھی اُس کے مقصود کی وجہ سے۔ پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ بندہ، خدا سے شوخ ہو کر ایسی دعا مانگے جو ناروا ہے۔ فرمایا:

ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ اللہ لا یحب المعتدین۔	پکارو اپنے رب کو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے، وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ بندہ کسی کو ناحق بددعا دینے لگے، یا ظالم کے اقبال و فتح کی دعائیں مانگنے لگے، یا اپنی روحانی توجہ سے ظلم و جور کا مددگار بن جائے۔

غرضکہ خارق عادت کی تین قسمیں ہیں: دین میں محمود۔ دین میں مذموم، اور مباح یعنی جو دین میں نہ محمود ہے نہ مذموم۔

پھر اس مباح کی بھی دو قسمیں ہیں: اگر اُس سے کسی طرح کا کوئی دینی فائدہ حاصل ہو تو نعمت الٰہی ہے۔ اگر کوئی فائدہ حاصل نہ ہو، تو بے کار کھیل کود کی طرح مباح فعل سمجھا جائے گا۔

ابو علی الجوزجانی کا قول ہے "استقامت کا طالب بن، نہ کہ کرامت کا۔ کیونکہ تیرا نفس فطرتاً کرامت طلب کرتا ہے، لیکن تیرا پروردگار تجھ سے استقامت کا طالب ہے۔"

شیخ سہروردی نے اپنے "عوارف" میں کہا ہے "جوزجانی کا یہ قول ایک اصل عظیم اور مہتم بالشان سر (راز) ہے۔ اس کی حقیقت سے اکثر اہل سلوک و طلب غافل ہو گئے ہیں۔ عابدوں نے سنا کہ سلف صالحین رضی اللہ عنہم کو کرامات اور خوارق عادات حاصل ہوئے تھے، اس لیے اُن کے دل بھی اس طرح کی چیزوں کے لیے بے قرار رہنے لگے، اسی قدر نہیں، بلکہ اُن میں سے جس کسی کو اس طرح کی کوئی بات حاصل نہ ہوئی، تو وہ غمگین اور اپنے عمل و عبادت کی صحت کی طرف سے بدظن رہنے لگا۔ حالانکہ اگر ایسے لوگوں کو کرامت کا راز معلوم ہو جائے، تو معاملہ بھی آسان ہو جائے۔

"واقعہ یہ ہے کہ خدا بعض مجاہدین صادقین پر اس قسم کی کرامت کا کوئی دروازہ کھول دیتا ہے، اور مصلحت یہ ہوتی ہے کہ خوارقِ عادات اور آثارِ قدرت دیکھ کر دنیا سے بیزاری اور خواہشوں سے نافرمانی میں اُس بندے کا عزم و ارادہ

اور زیادہ پختہ و مضبوط ہو جائے۔

"لیکن کسی زیادہ صلاحیت رکھنے والے بندے پر "صدقُ الیقین" کا بھی کشف ہو جاتا ہے اور اُس کے قلب پر سے پردہ بالکل اُٹھ جاتا ہے۔ جس بندے کو صدقُ الیقین کا کشف حاصل ہو جاتا ہے۔ اُسے اپنے خارقِ عادت یا کرامت دیکھنے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی، کیونکہ مقصود تو یقین کا حصول ہے اور وہ اِس بندے کو حاصل ہو چکا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے بندوں کو خوارق یا کرامات نہیں دی جاتیں، لیکن اول الذکر قسم کے لوگوں کو دی جاتی ہیں، کیونکہ وہ ہنوز صدقُ الیقین کے مرتبہ سے دور ہوتے ہیں۔

"لہذا سالک کی کوشش ہمیشہ یہی ہونی چاہیے کہ نفس سے استقامت کا مطالبہ کرے، کیونکہ استقامتِ نفس ہی اصلی اور پوری کرامت ہے۔ پھر اگر اثنائے سلوک میں کوئی کرامت واقع ہو جائے تو اُس کی کچھ بھی پروا نہیں کرنی چاہئے، گویا وہ پیش ہی نہیں آئی ہے۔ ایسا کرنے سے سالک کو کوئی نقص لاحق نہیں ہوتا، البتہ استقامت کے بارے میں کوتاہی سے نقص ضرور لاحق ہو جاتا ہے۔"

یہ بات یاد رکھنے کی ہے، کیونکہ سالکوں، زاہدوں، اور مشائخ صوفیہ کے لیے یہ ایک اصل عظیم ہے۔

فصل

کلماتِ الٰہی دو قسم کے ہیں: کونیہ اور دینیہ۔

۱۔ کلماتِ کونیہ وہ ہیں جن کے نام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے پناہ مانگا کرتے تھے اور آیاتِ ذیل میں اِن کلمات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

انما امرہ اذا اراد شیاان یقول لہ کن فیکون	اُس کا معاملہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز چاہتا ہے، تو کہتا ہے ہو، اور وہ ہو جاتی ہے۔

اور

وتمت کلمۃ ربک صدقا و عدلا	تیرے رب کا کلام واقعیت اور اعتدال کے لحاظ سے کامل ہے۔

پوری کائنات اور تمام کشفی و تاثیری خوارق و کرامات، الٰہی کلمات کے تحت داخل ہیں۔

۲۔ کلماتِ دینیہ سے مقصود، قرآن اور شریعتِ الٰہی ہے جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسول برحق کو بھیجا ہے۔ شریعت سے مقصود، رسول کے اوامر و نواہی اور خبریں ہیں۔

اِن کلماتِ دینیہ میں بندے کا حصہ یہ ہے کہ اُن کا علم حاصل کرے، اُن پر عمل کرے، اُن کا حکم دے، ٹھیک اُسی طرح جس طرح پہلی قسم یعنی کلماتِ کونیہ میں اُس کا حصہ یہ ہے کہ اُن کا علم حاصل کرے اور اُن کے بموجب تاثیر پیدا کرتا رہے۔

پہلی قسم کو "کلماتِ قدریہ کونیہ" کہتے ہیں اور دوسری قسم کو "کلمات

شرعیہ دینیہ"۔ پہلی قسم میں کشف یہ ہے کہ حوادثِ کونیہ کا علم ہو جائے۔ اور دوسری قسم میں کشف یہ ہے کہ ماموراتِ شرعیہ معلوم ہو جائیں۔ پہلی قسم میں قدرت یہ ہے کہ کونیات میں تاثیر پیدا کی جائے، اور دوسری میں قدرت یہ ہے کہ شرعیات میں تاثیر پیدا کی جائے۔

پھر جس طرح پہلی قسم کی تاثیر دو قسم کی ہے:۔

خود اپنی ذات میں تاثیر پیدا کر دینا، جیسے بندہ، پانی پر چلنے لگے، یا ہوا میں اُڑنے لگے، یا آگ پر بیٹھ جائے۔ اور دوسروں کی ذات میں تاثیر پیدا کر دینا، جیسے کسی کو بیمار کر دے، یا اچھا کر دے، یا مار ڈالے، یا مالدار بنا دے، یا غریب کر دے۔

اُسی طرح دوسری قسم کی تاثیر بھی دو طرح کی ہے:۔

خود اپنی ذات میں اللہ اور رسول کی طاعت کے ذریعہ اور ظاہراً وباطناً کتاب وسنت کے تمسّک کے ذریعہ تاثیر پیدا کرے، اور دوسروں میں بھی اِس طرح تاثیر پیدا کرے کہ اُنہیں اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم دے، اور وہ اُس کی شرعی اطاعت کرنے لگیں، یعنی کلماتِ دینیات میں لوگ اُس کی تاثیر اُسی طرح قبول کرنے لگیں جس طرح کلماتِ کونیہ کے ذریعہ اُس کے ارادے قبول کرنے لگے تھے۔

فصل

اِس تفصیل کے بعد اب سمجھ لینا چاہئے کہ علم وقدرت، دونوں سے

متعلق خوارق و کرامات کونیہ اگر حاصل نہ ہوں تو بھی مسلمان کے لیے اُس کے دین میں کوئی مضرت و نقصان نہیں۔ اگر مومن کا کوئی روحانی حال بھی کسی پر ظاہر نہ ہو، کونیات میں سے کوئی چیز بھی اُس کے لیے مسخر نہ کی گئی ہو تو بھی اس وجہ سے اللہ کے ہاں اُس کا مرتبہ کم نہیں ہوتا، بلکہ کبھی اِس قسم کی کرامات سے محرومی، اُس کے دین کے لیے بہت مفید ہوتی ہے۔

لیکن اِس کے برخلاف اگر مسلمان کے دین میں کمی پڑ جائے، دین پر عمل میں کمزوری لاحق ہو جائے، تو بے شک وہ ناقص و مذموم بن جاتا ہے۔ اِس نقص کی وجہ سے وہ کبھی عقابِ خداوندی کا مستحق بن جاتا ہے اور کبھی ثوابِ الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے، اور یہ اِس لیے کہ دین کے تعلّم و تعلیم اور حکم کے ذریعہ ہی بندہ، رضوانِ الٰہی و ثوابِ خداوندی حاصل کرتا ہے۔ لیکن کونیات کے علم اور اُن میں تاثیر سے یہ باتیں حاصل نہیں ہوتیں، اِلّا یہ کہ وہ باتیں، دین میں داخل ہوں۔ بلکہ یہ واقعہ ہے کہ اِس علم و تاثیر کی وجہ سے کبھی شکر واجب ہوتا ہے اور کبھی بندہ، کوتاہی کر جانے کی وجہ سے گنہگار بھی بن جاتا ہے۔

خوارق یا کرامات، تین ہی قسم کی ہوتی ہیں: صرف دین سے متعلق علم و قدرت۔ دین اور کائنات دونوں سے متعلق علم و قدرت۔

ا۔ پہلی قسم کی مثال ایک آیت میں موجود ہے:

وقل رب ادخلنی مدخل

صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔	کہہ، اے رب میرا داخلہ اور میرا خروج، دونوں سچے ہو اور اپنے پاس سے میرے لیے نصرت والا اقتدار بخش دے۔

"سلطانا نصیرا" میں حجت اور منزلت عنداللہ دونوں جمع ہیں۔ نیز اس میں کلمات دینیہ و کلمات قدریہ کونیہ بھی تمام جمع ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزوں میں یہ دونوں چیزیں موجود ہوتی ہیں اور ان معجزوں میں سب سے زیادہ عظیم و بلیغ معجزہ، قرآن ہے، جسے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، قرآن، اللہ کی شریعت اور اس کے کلماتِ دینیات کا مجموعہ ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر وہ حجت ہے۔ اس کا آنا، خوارق عادت میں سے ہے۔ اور وہ بیک وقت دعوت بھی ہے۔ حجت بھی ہے۔ معجزہ بھی ہے۔

۲۔ دوسری قسم کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص کو رسول کی لائی ہوئی شریعت کا علم و عمل حاصل ہو، اس کا حکم بھی کرتا ہو، ساتھ ہی اسے پانی برسنے کا، گرانی و ارزانی کا، بیمار کے اچھے ہونے کا، مسافر کے لوٹنے کا، دشمن سے جنگ کرنے کا وقت بھی معلوم ہو جائے، دوسروں میں بھی تاثیر رکھتا ہو، تندرست کر سکتا ہو، بیمار ڈال سکتا ہو۔ مار ڈال سکتا ہو۔ اولاد پیدا ہونے، حکومت ملنے، معزول ہونے میں مستجاب الدعا ہو۔ تاثیر کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ نفع حاصل کیا جائے یا مضرت دفع کی جائے، اور یا پھر اس سے کوئی فائدہ حاصل کرنا مقصود نہ ہو، جیسے صاحب کرامت، شیر پر سوار ہو جائے، یا تنور کی آگ

اپنی توجہ سے بجھا دے۔

۳۔ تیسری قسم میں یہ دونوں باتیں جمع ہوتی ہیں۔ ایسے بندے کو کشف و تاثیر کونی بھی حاصل ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہ کشف و تاثیر شرعی کی تائید کرتا ہے اور دین کا علم و عمل بھی حاصل ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ کشف و تاثیر کونی کو اس طرح استعمال کرتا ہے کہ خوارقِ کونیہ یا کرامات، دینی اوامر کے تحت ہی واقع ہوتی ہیں۔ سا یہ ہوتا ہے کہ امور دینیہ میں اُسے خارقِ عادت مرتبہ بخش دیا جاتا ہے اور وہ دین کے علم و عمل و حکم میں مخلوق کے مابین قبولیت و طاعت کے ایسے مقام پہ پہنچ جاتا ہے جو عام طور پر لوگوں کو حاصل نہیں ہوتا۔ یہی سب سے بڑا معجزہ ہے، اور یہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ یہ حال ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبین یعنی ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کا تھا اور ہر مومن صادق کو حاصل ہو سکتا ہے۔

یہ تیسری قسم، مقتضیٰ و نتیجہ ہے "اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ" کا۔ پہلا مقام، مقام عبادت ہے اور دوسرا مقام استعانت۔ اور یہ حال ہے ہمارے نبی صلعم اور آپ کی امت کے خواص کا جو ظاہر و باطن میں آپ کی شریعت پر استوار ہیں۔ اُن کی کرامتیں بھی آپ ہی کے معجزوں کی طرح ہوتی ہیں۔ آپ کے معجزے صرف اِس لیے تھے کہ حجت قائم کریں یا کوئی ضرورت پوری کریں۔ حجت اِس لیے کہ اللہ کا دین ظاہر ہو جائے تاکہ کافر ایمان لے آئیں، منافق گمراہی سے نکل آئیں، اور ایمان والوں کا ایمان اور بھی زیادہ قوی ہو جائے۔ پس ان معجزوں کا فائدہ بھی جہاد کی طرح یہ تھا کہ دین الٰہی کی علماً و عملاً پیروی کی جائے۔ اِسی طرح ضرورت کی مثال یہ ہے

کہ کبھی کھانے پینے کی کمی ہوتی تھی اور آپ اُسے زیادہ کر دیتے تھے، یا دشمن کو دفع کر دیتے تھے جیسا کہ آپ نے دشمن کو سنگ ریزے مار کر شکست دے دی تھی، چنانچہ خدا نے فرمایا:

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔	تم نے نہیں بلکہ اللہ نے سنگ ریزے پھینکے تھے۔

پہلی قسم جو صرف دین سے متعلق ہے، تو اُس میں کبھی دوسری قسم کے خوارق و کرامات کی ضرورت نہیں پڑتی، کیونکہ اس میں اُن سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ بہت سے صحابہ و تابعین، صالح مومنین، علماء و عابدین کا حال ہے، اگرچہ یہ واقعہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح کا خرقِ عادت یا کرامت ان لوگوں میں ضرور موجود ہوتی ہے۔ مگر اکثر یہ ہوتا ہے کہ اس طرح کی حالت رکھنے والے کائناتی خوارق و کرامات استعمال ہی نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کے حق میں خارقِ کونی یا کرامت کی عدم موجودگی یا اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اُس کا سبب غیر موجود ہوتا ہے اور یا اس لیے کہ اس سے کوئی فائدہ متوقع نہیں ہوتا۔ اگر بے فائدہ ہونے کی وجہ سے وہ موجود نہیں ہوتی تو اس سے ان لوگوں کے حق میں کوئی نقص بھی لاحق نہیں ہوتا لیکن اگر سبب کے فقدان کی وجہ سے وہ حاصل نہیں ہوتی تو یہ کبھی نقص ہوتا ہے اور کبھی نقص نہیں ہوتا۔ اگر کسی واجب فعل کے ترک یا حرام فعل کے ارتکاب کی وجہ سے وہ کرامت مفقود ہوئی ہے تو ظاہر ہے کہ یہ نقص ہے اور مضرت کا سبب۔ لیکن اگر مستحبات میں کوتاہی کی وجہ سے

ہے تو مقربین سابقین کے رتبے سے نقص ہے مگر اصحاب الیمین المقتصدین کے رتبے سے نقص نہیں لیکن اگر ایسا شخص کوئی خوارق و کرامات کو استعمال ہی نہیں کرتا، کیونکہ ان کی ضرورت محسوس نہیں کرتا تو یہ نقص نہ ہوگا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اُس کا لڑکا بیمار ہوگیا ہے یا دولت چلی گئی ہے، مگر وہ نہ لڑکے کی تندرستی کے لیے دعا کرتا ہے نہ دولت کی واپسی کے لیے یا ظالم اُس پر ظلم کرتا ہے مگر اپنی توجہ اُس کے خلاف صرف نہیں کرتا کہ اُس پر فتح حاصل کرے۔

دوسری قسم یعنی کشف و تاثیر کوئی کا حصول، جیسا کہ بیان ہو چکا، یہ کبھی آدمی کے دین میں زیادتی کا موجب ہوتا ہے، کبھی نقص کا موجب بن جاتا ہے، اور کبھی نہ مفید ہوتا ہے نہ مضر یہ حال، اہل استعانت میں زیادہ پایا جاتا ہے جیسا کہ پہلا حال، اہل عبادت میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس دوسری قسم کے آدمی کی مثال اُس بادشاہ کی سی ہے جو اگر خلیفہ پیغمبر ہے تو دنیا بھر سے افضل ہے۔ اگر ظالم ہے تو دنیا بھر سے بدتر ہے۔ اگر منصف ہے تو متوسط درجے کے لوگوں میں سے ہے۔ اور یہ اس لیے کہ حال و قلب کے ذریعہ کونیات کا علم اور اُن میں تاثیر پیدا کرنے کی قدرت ویسی ہی ہے جیسی پادشاہی اور اس کے وسائل کے ذریعہ اُن کے مادی احوال کا علم حاصل کرنا اور اُن میں تاثیر پیدا کرنا ہے۔ حال و قلب کا اقتدار، سلطنت ہی کے اقتدار کی طرح ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ اول الذکر کے اسباب باطنی و روحانی ہوتے ہیں اور آخر الذکر کے ظاہری و جسمانی۔ اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ پہلی قسم

یعنی شرعیات میں اگر صحیح طور پر تاثیر حاصل ہو تو دوسری قسم یعنی کونیات میں تاثیر سے افضل اور اللہ و رسول اور عاقل و صالح مومنین کی نظر میں کہیں بہتر ہے اور یہ چند وجوہ سے ہے:۔

۱۔ علم دین، صرف رسول اللہ صلعم ہی کی طرف سے حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن کونیات کے علم کے اسباب متعدد ہیں، اور معلوم ہے کہ جو علم انبیا اور اُن کے وارثوں کے لیے خاص ہے وہ اُس علم سے افضل ہے جس میں دوسرے بھی شریک ہیں۔

۲۔ دین پر عمل صرف صالح مومن ہی کر سکتے ہیں جو جنت کے وارث، اللہ کے حبیب، اُس کے برگزیدہ اور اولیا ہیں۔ صرف یہی لوگ اُس پر عمل کر سکتے اور اُس کا حکم دے سکتے ہیں۔ لیکن تاثیر کونی کبھی کافر و منافق و فاجر سے بھی واقع ہو سکتی ہے، اور ظاہر ہے جو عمل صرف صالحین کے ساتھ خاص ہے، وہ اُس سے افضل ہے جس میں مفسد و مصلح، اشرار و ابرار دونوں شریک ہیں۔

۳۔ دین کا علم و عمل، آخرت میں مفید ہوتا ہے اور کسی حال میں بھی مضر نہیں ہوتا۔ لیکن کشف و تاثیر کونی اسی قدر نہیں کہ کبھی آخرت میں اُس سے نفع نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات نقصان پہنچ جاتا ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا:

ولو انهم آمنوا واتقوا لمثوبة	اگر یہ لوگ ایمان لاتے اور پرہیزگار بنتے

من عند الله خیر لو کانوا یعلمون۔	تو اللہ کے ہاں کا معاوضہ بہتر تھا، کاش یہ لوگ سمجھتے۔

۴۔ کشف و تاثیر سے یا تو کوئی فائدہ ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر فائدہ نہیں ہے مثلاً لوگوں کے عیوب معلوم کر لینا، بے فائدہ درندوں پر سوار ہونا، بے فائدہ جنات سے ملاقات کرنا، پانی پر چلنا حالانکہ پل سے دریا عبور کیا جاسکتا ہے، تو یہ ایسا کشف و تاثیر ہے جس سے نہ دنیا میں کوئی فائدہ ہے نہ آخرت میں بلکہ کھیل کود کی قبیل سے ایک چیز ہے۔ ایسی کرامت سے وہی شخص مرعوب ہو سکتا ہے جسے یہ بات حاصل نہیں ہے، حالانکہ وہ حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص بادشاہی کو بہت بڑی چیز سمجھتا ہے، یا دیکھتا ہے کہ بادشاہ کسی خاص شخص کی اطاعت کرتا ہے، یا لوگ اُس سے بے حد عقیدت رکھتے ہیں اگرچہ کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتے، تو آرزو کرنے لگتا ہے کہ اُسے بھی ایسا ہی مقام حاصل ہو جائے۔ درحقیقت ایسے لوگ محض ظاہری آثار دیکھ کر مرعوب ہو جاتے ہیں اور اُن آثار کی منفعت و حقیقت نہیں سمجھتے۔

رہ گئیں اِن خوارق کی دنیاوی منفعتیں، مثلاً سرداری یا دولتمندی حاصل کرنا، بیماریاں دفع کر دینا، دشمن کو مغلوب کر ڈالنا، تو یہ منفعتیں بغیر خوارق کے بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔ بلکہ دوسرے وسائل سے یہ مقاصد جلد اور زیادہ مقدار میں حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ خوارق سے اُن کا حصول کم ہوتا ہے اور

دوسرے اسباب کی مدد کے بغیر اُنہیں دوام اور پائیداری نہیں ہوتی۔
لیکن اِن خوارق اور کرامات کے ذریعہ آخرت بالکل حاصل نہیں ہوتی الاّیہ کہ اُن کے ساتھ دین بھی موجود ہو۔ بر خلاف اِس کے دین، خوارق کے بغیر بھی آخرت کے حصول کا موجب ہوتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ خوارق و کرامات، دنیا دی معاملات میں بھی بہت ہی کمزور اثر پیدا کر سکتی ہیں۔
اگر کہا جائے کہ خوارق و کرامات سے دین و دنیا میں کوئی فائدہ حاصل نہ ہو، تو بھی اِن کی وجہ سے لوگ عزت کرنے لگتے ہیں، اور اِس طرح سرداری واقتدار کا راستہ کھل جاتا ہے، تو ہمارا جواب یہ ہے کہ:۔
صحیح دین رکھنے کی حالت میں آدمی کے لیے عزت و سرداری کا زیادہ موقعہ حاصل ہوتا ہے۔ دین کی راہ سے جو عزت و سرداری حاصل ہوتی ہے وہ زیادہ وسیع اور دیر پا ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے محض خوارق و کرامات سے معمولی عزت و سرداری حاصل ہوتی ہے اور دیر پا نہیں ہو سکتی، کیونکہ دین کی موجودگی میں عقلمند اور نیک دل لوگ اطاعت کرتے ہیں اور خوارق و کرامات کی موجودگی میں صرف جاہل و بے وقوف ہی اطاعت کر سکتے ہیں۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ اِس قسم کی کرامات کا مالک زیادہ سے زیادہ بادشاہی حاصل کر لے سکتا ہے، تو معلوم ہے کہ اِس سے بھی زیادہ آسان طریقے سے وہ لوگ بادشاہی حاصل کر سکتے ہیں بلکہ کر لیتے ہیں جو مدبّر، بہادر اور سخی ہوتے ہیں اور اُن کی بادشاہی، اصحاب کرامات سے زیادہ

وسیع اور پائیدار ہوتی ہے۔

۵۔ خوارق و کرامات کے بغیر بھی دین، آدمی کو دنیا و آخرت میں نفع پہنچاتا اور اُس سے دنیا و آخرت کی مضرتیں دور کرتا ہے۔ برخلاف اس کے کشف و تاثیر و کرامت، جو دین سے خالی ہو، آدمی کی دنیا و آخرت دونوں برباد کر دیتی ہے۔ آخرت اِس لیے کہ دین موجود نہیں ہوتا اور معلوم ہے کہ دین یہی ہے کہ واجبات ادا کیے جائیں اور محرّمات ترک کر دیے جائیں۔ اور دنیا اس لیے کہ خوارق و کرامات بڑی ہی سخت ریاضتوں کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔ دل و جسم، اہل و عیال، مال و اسباب، ہر چیز کو سخت خطر دل میں مبتلا کر دینا پڑتا ہے۔ کیونکہ اگر خوارق کا خواہشمند بھوک اور سخت ریاضتوں کی راہ اختیار کرتا ہے تو اپنے قلب و مزاج و دین سب کو خطر دل میں ڈالتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اُس کی عقل زائل ہو جائے، جسم بیمار ہو جائے، اور دین چلا جائے۔ اور اگر ترکِ شہوات کر کے رہبانیت و تجرّد کی راہ اختیار کرتا ہے تاکہ جنّات سے اتصال پیدا کرے اور نفس کو جسم سے غائب کر دے، تو اس طرح اپنی عقل کو خطرے میں ڈالتا، مال و آسائش کو کھوتا ہے، اور آخرت میں عذاب الٰہی کا مستحق بنتا ہے کیونکہ اس صورت میں واجبات کا ترک اور محرمات کا ارتکاب لازمی ہے۔ اِسی طرح اگر منتر اور عمل کے ذریعہ جنات مسخر کرنا چاہتا ہے تو اُن سے جنگ کے خطر دل میں پڑتا ہے۔

پھر اگر یہ تمام خطرے مول لینے کے بعد صرف اس قدر خرق عادت یا کرامت حاصل ہوتی ہے کہ چور کا پتہ لگا لے، بیمار کو اچھا کر دے، لوگوں کو دشمن سے بچا لے، تو یہ کام اگر تقرب الٰہی کی نیت سے نہیں ہیں، تو ایسے شخص کی حیثیت اُس سنتری سے زیادہ نہیں جو پہرے پر مقرر ہے، یا طبیب کی ہے جو بیماروں کا علاج کرتا ہے۔ یا شاہی سپاہی کی ہے جو اپنے آقا کی طرفداری میں جنگ کرتا ہے۔

پھر اگر یہ راہ آدمی نے بے دینی کی طرف سے اختیار کی ہے تو ضرور بعضوں سے رعایت کرے گا اور بعضوں پر ناانصافی میں شریک ہوگا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ اُس کے دشمن بن جائیں گے، اور معلوم ہے دشمنی سے آدمی کو کتنا نقصان پہنچتا ہے۔ آدمی کو نہیں چاہیے کہ بے وجہ اتنی پریشانی میں پڑے الا یہ کہ حکم الٰہی کی وجہ سے اس کی ضرورت آپڑے، کیونکہ حکم الٰہی کی وجہ سے جو مضرت لاحق ہوتی ہے، منفعت اُس سے کہیں زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ!

۶۔ اگر علم و عمل کے لحاظ سے دین صحیح ہے تو بوقت ضرورت کرامت ضرور حاصل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب	جو اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اُس کے لیے مخلصی کی صورت پیدا کر دیتا ہے اور اُسے اس طرح رزق دیتا ہے کہ اُس کے گمان میں نہیں ہوتا۔

اور:

ولو انهم فعلوا ما یوعظون به لکان خیرا لهم واشد تثبیتا، و اذاً لآتیناهم من لدنا اجرا عظیما ولهدیناهم صراطا مستقیما۔

اگر یہ لوگ وہی کریں جس کی اُنہیں نصیحت کی جاتی ہے تو اُن کے حق میں بہتر اور زیادہ پائیداری کا موجب ہے۔ اور ایسی صورت میں ضرور ہمارے پاس سے بھی انہیں بڑا اجر ملے اور ہم انہیں صراط مستقیم کی رہنمائی کر دیں۔

اور

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون الذین آمنوا وکانوا یتقون، لهم البشری فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة۔

اللہ کے دوستوں کے لیے نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ غم، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگار بھی تھے۔ ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی بشارت ہے۔

اور نبی صلعم نے فرمایا "مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے پھر یہ آیت پڑھی اِنَّ فی ذلک لآیات للمتوسمین" (ترمذی)

اور ایک حدیث قدسی سے صاف ثابت ہے کہ اللہ اُس شخص سے جنگ کرتا ہے جو اُس کے ولی سے جنگ کرتا ہے، اور یہ کہ اللہ کا محبوب اُسی سے سنتا اور دیکھتا ہے، اُسی سے چلتا اور حملہ کرتا ہے، اور یہ کہ اللہ اُس کی مطلوبات اُسے دیتا اور اُس کی مکروہات اُس سے دور کر دیتا ہے۔ یہ باب بہت وسیع ہے۔

لیکن خوارق وکرامات کبھی دین کے ساتھ ہوتی ہیں اور کبھی دین کے ساتھ نہیں ہوتیں، یا فاسد یا ناقص ہو کر ہوتی ہیں ۔ دین یہ ہے کہ حقِ عبودیت پورا پورا ادا کیا جائے۔ یعنی بندہ وہی کرے جو اُس پر فرض ہے اور جس کا اُسے حکم دے دیا گیا ہو۔ خوارق وکرامات، حقِ عبودیت نہیں بلکہ حقِ رُبوبیت میں سے ہیں، کیونکہ بندے کو اُن کے حاصل کرنے یا برتنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ خوارق وکرامات، گو بندے ہی کی کوشش سے واقع ہوتی ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ہی اسباب مہیا کرکے انہیں پیدا کرتا ہے۔ بندے کو چاہیے کہ اپنے فرائض کا اہتمام کرے۔ لیکن اگر وہ بغیر حکمِ الٰہی، خدا کے افعال کا اہتمام کرتا ہے تو نامناسب عمل کرتا ہے۔

رہ گیا یہ سوال کہ کیا دین، حقیقت میں خوارق وکرامات کا محتاج ہے یا نہیں؟

تو ہمارا جواب حسب ذیل ہے:

سب سے زیادہ نافع خارق وکرامت، دینی کرامت وخارق ہے اور یہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ہے۔ فرمایا "ہر نبی کو معجزے دیے گئے جن کے سبب لوگ ایمان لائے۔ لیکن مجھے جو معجزہ حاصل ہوا ہے وہ وحی ہے (قرآن) ہے اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن سب نبیوں سے زیادہ میرے پیرو نکلیں گے" (صحیحین)

آپ کا معجزہ، خود آپ کی دعوت و حجت تھی۔ یہی سبب ہے کہ عیسویت کی طرف میلان رکھنے والے بہت سے مسلمان، قرآن سے اور قال سے (یعنی شریعت سے) حال کی طرف بھاگتے ہیں۔ اور موسویت کی طرف رجحان رکھنے والے، ایمان و حال سے قال کی طرف بھاگتے ہیں، حالانکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صاحب قال و حال بھی تھے اور صاحب قرآن و ایمان بھی۔

وہی خارق و کرامت، مفید ہے جو دین کی مؤید اور دین میں مُعین ہے۔ کیونکہ خارق و کرامت "اِیَّاکَ نَسْتَعِین" کے مرتبے میں ہے اور دین "اِیَّاکَ نَعْبُدُ" کے مرتبے میں۔ لیکن جو خارق و کرامت، دین کی مؤید نہیں، وہ یا متاع دنیا ہے اور یا بندے کو اللہ سے دور کرنے والی۔

اِس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ نفع بخش خوارق و کرامات ہمیشہ دین ہی کی تابع ہوتی ہیں، ٹھیک اُسی طرح جس طرح مفید سرداری اور مفید مال وہی ہوتا ہے جو دین کے تابع ہو جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سرداری اور مالداری تھی۔

لیکن جو شخص محض خوارق و کرامات ہی کو اپنا مقصود قرار دے لیتا ہے اور دین کو اُس کے تابع و ماتحت و ذریعہ بنا دیتا ہے تو وہ اُس شخص کی طرح ہے جو دین کے ذریعہ دنیا کماتا ہے۔ ایسے شخص کا معاملہ اُس شخص کے معاملہ سے بھی بالکل مختلف ہے جو عذاب دوزخ کے

خوف یا جنت کی طمع سے دیندار بن جاتا ہے۔ کیونکہ اِس طرح کی دینداری کا بھی خدا نے حکم دیا ہے اور ایسا دیندار بھی، صحیح شریعت اور راہِ نجات پر استوار ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ بہت سے لوگ ایک طرف یہ دعوے کرتے ہیں کہ اُن کا ذہن و دماغ اتنا بلند اور ترقی یافتہ ہو گیا ہے کہ دوزخ کے خوف یا جنت کے شوق کی وجہ سے دیندار بننا معیوب سمجھتے ہیں لیکن دوسری طرف اُن کی حالت یہ ہے کہ معمولی دنیادی خوارق و کرامات حاصل کرنے کے لیے اپنی تمام ذہنی و قلبی قوتیں متوجہ کر دیتے ہیں اور اِس معمولی غرض کے لیے سخت سے سخت ریاضتیں اور محنتیں برداشت کرتے ہیں!

اِن لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو خوارق و کرامات صرف اِس غرض سے حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ انہیں اپنے سلوک اور طریقے کی صحت پر اطمینانِ قلب نصیب ہو جائے، یعنی یہ لوگ دین پر اپنی استواری کی محسوس دلیل طلب کرتے ہیں، اور ہم انہیں معذور قرار دے سکتے ہیں۔

لیکن صحابہ کا یہ حال نہ تھا۔ وہ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دیکھ چکے تھے، علمِ صحیح حاصل کر چکے تھے، اور اپنے دین کی حقانیت پر پورا پورا یقین رکھتے تھے، اس لیے اُنہیں اِس قسم کی محسوس نشانیوں کی ضرورت لاحق ہی نہیں ہوتی تھی۔

امام ابن تیمیہ کی تصانیف کے ترجمے

از ملیح آبادی

صراط مستقیم

شیخ الاسلام کی کتاب "اقتضاء الصراط مستقیم" اِن کی کتابوں میں بہت اعلیٰ کتاب تسلیم کی گئی ہے اب اِس ضخیم کتاب کا اختصار اردو میں عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی کے قلم سے شایع ہو گیا ہے اور اس کا نام ہے :-

صراط مستقیم

شرک و بدعت اور قبر پرستی کے ابطال اور توحید خالص کے اثبات میں بے نظیر کتاب ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ حضرت شیخ الاسلام کا ایک عجیب علمی معجزہ ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت عمدہ ہے۔ سرورق بھی قیمتی ہے قیمت کم کر کے صرف ۱عہ علاوہ محصول ڈاک رکھی گئی ہے۔

ملنے کا پتہ { دفتر "ہند جدید" نمبر ۲۶ اے چرتجن ایونیو کلکتہ

ذیل کے رسائل بھی امام ابن تیمیہ کی تصانیف

ہیں اور قابل دید ہیں

مجذوب	۳۰ر
مناظرہ ابن تیمیہ	۴۰ر
صداقت رسول	۳۰ر
تفسیر سورہ کوثر	۴ر
حسینؓ و یزید	۴۰ر

ترک اعظم غازی مصطفےٰ کمال پاشا

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے کارناموں پر تمام دنیا انگشت بدنداں ہے لیکن آپ نے اب تک اس قائد اکبر اور مدبر اعظم کی سوانحمری نہیں پڑھی ہوگی بالخصوص مسلم نوجوانوں کے لیے اس ترکی ہیرو کی سوانحمری کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ ہمارے پاس غازی کی سب سے زیادہ مستند سوانحمری موجود ہے کیونکہ خود انہیں کی زبان سے وہ لکھی گئی ہے ۸۴ صفحہ کی کتاب ہے لیکن قیمت اب مسلمانوں کے فائدہ کی خاطر کم کرکے صرف تین آنہ کردی گئی ہے (علاوہ محصول ڈاک) جلد فائدہ اٹھائیے ورنہ رعایت کی مدت ختم ہوجائیگی صرف تھوڑی جلدیں باقی ہیں۔

استبداد

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو یہ تمام عروج و عظمت صرف اس وجہ سے حاصل ہوئی کہ وہ شیر ببر کی طرح ایک طرف سلطان کی استبداد پر اور دوسری طرف دول یورپ خصوصًا یونان کے استبداد و ظلم پر ٹوٹ پڑے تھے۔ لہٰذا غازی کی سوانحمری سے پورا پورا فائدہ اسی وقت اٹھایا جاسکتا ہے جب کتاب "استبداد" کا بھی بغور مطالعہ کیا جائے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آنکھوں پر سے پردہ اٹھ جائیگا اور صاف نظر آئیگا کہ جسے تم دیو سمجھتے ہو وہ حقیقت میں مکھی ہے۔ عجیب وغریب کتاب ہے قیمت ۲ ار رعایتی ۵ ر علاوہ محصول

مطبوعہ۔ ہند پریس۔ نمبر ۲۸-۱ے چترنجن ایونیو
کلکتہ